Lesson 2: Al-Maidah (Ayaat 6-14): Day 7 سُوْرَۃُ المَآئدۃ کی تفسیر

پچھلی آیت سے ایک اور نقطہ نوٹ کر لیں؛وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴿11﴾

ایمان والوں کو صرف اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ گرائمر کے لحاظ سے توکل علی اللہ ہونا چاہیے لیکن علی اللہ کا لفظ توکّل سے پہلے آیا ہے۔ جس سے توکّل میں اظہارِ شدّت پایا جاتا ہے۔ کہ مومنین کو صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ جب انسان یہ سوچ لیتا ہے کہ میں نے اپنے سارے معاملات میں اللہ سے مدد مانگنی ہے۔ صرف اللہ ہی مجھے دے سکتا ہے۔

توکّل یہ ہے کہ انسان اپنے سارے اسباب استعمال کرے پھر جو بھی نتائج نکلیں تو اللہ پر بھروسہ کرے اور اُس بات پر توکّل کرلے۔ کہ صرف میرا ربّ ہی مجھے دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے بہترین اور حکمت والے ہیں۔

یہ نہیں کہ پہلے سب کے پیچھے بھاگ لیں اور پھر کہیں کہ اللہ پر ہی توکّل کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ شکوے بھی نہ کرتے رہیں۔

ایمان اور توکل کا گہرا تعلق ہے۔ اگر ایمان مضبوط ہوگا تو انسان اللہ پر مکمل توکل کرتا ہے۔ اگر ایمان کمزور ہے تو پھر فکریں لگی رہتی ہیں کہ یہ نہ ہو جائے وہ نہ ہو جائے۔

اگلی کچھ آیات میں دوبارہ بنی اسرائیل کا ذِکر ہے۔ اُن کا بار بار تذکرہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ایمان والے اور اُمتِ مسلمہ کوئی غلطی نہ کرلیں۔ بنی اسرائیل سے سبق سیکھیں۔ بنی اسرائیل نے ایک کے بعد دوسری کئی غلطیاں کیں۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴿12﴾

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لیا اور انہی میں سے بارہ سردار ہم نے مقرر فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں کو مانتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دیتے رہو گے تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے دور رکھوں گا اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں، اب اس عہد و پیمان کے بعد بھی تم میں سے جو انکاری ہو جائے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا۔(12)

یعنی اللہ مدد کرے گا لیکن اُس کی کچھ شرائط ہیں۔

1. اگر تم نماز قائم رکھو گے
2. اور زکوٰۃ دیتے رہو گے
3. اور میرے رسولوں کو مانتے رہو گے
4. اور ان کی مدد کرتے رہو گے
5. اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دیتے رہو گے

وعدہ پورا کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ کیسے مدد کرے گا؛

A. تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے دور رکھوں گا

B. اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں

اور اگر کسی نے وعدہ پورا نہ کیا۔ ایگریمنٹ توڑ دیا۔ وعدہ خلافی کی تو کیا ہو گا؟

"۔۔۔اب اس عہد و پیمان کے بعد بھی تم میں سے جو انکاری ہو جائے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا۔"

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو منتخب کیا۔ ان کی مدد کی۔ لیکن یہ قوم موسیٰؑ کے بعد بگاڑ کا شکار ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی مہربانیوں کے بعد بھی وعدہ خلافی سے باز نہ آئے۔ یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے اُن سے اِس قوم کے بارہ قبیلے بنے۔

نَقِیبًا: ن ق ب۔ یعنی سوراخ کرنا۔ سراغ لگانے والا۔ یعنی کھوج لگانے والا۔ آج کی زبان میں سیکرٹ سروس کا بندہ۔ انوسٹی گیشن کرنے والا۔ نقیب یعنی دھیان رکھنے والا۔ خیال رکھنے والا یعنی لیڈر۔ نقاب لفظ بھی اسی سے ہے۔

جن لوگوں نے اللہ کے نبیؐ کے پاس بیعتِ عقبہ کی تھی اُن کو بھی اللہ کے نبیؐ نے نقیب کا لقب دیا تھا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ دین کا کام کرنے والوں کو، اپنے ساتھیوں کو کوئی لقب دے سکتے ہیں۔ صرف یہی خیال رکھیں کہ ایسے نام نہ ہوں جو اسلام کے مقاصد کے خلاف ہوں۔ بڑائی اور فخر و غرور والے نام نہ ہوں۔

موسیٰؑ کے دور میں لوگوں کو ذمّہ داریاں دے دی گئیں۔ کیونکہ وہ اب ایک قوم بن چکے تھے۔ فلاحی مملکت تب بنے گی اور ترقی تب ملے گی جب ہر شخص اپنی ذمّہ داریاں پوری کرے گا۔ جب نظم وضبط اور عدل وانصاف ہو گا تو ترقی ملے گی۔ اللہ کی مدد لینے کی کچھ شرائط ہیں۔ جو پوری کرے گا اُسی کو پھل ملے گا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اَصل بات یہ ہے کہ انسان اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ جب کسی بھی ملک میں حقیقت میں اسلام آئے گا تو اللہ کی مدد آئے گی۔ آپ خود سوچیں کہ اگر کسی کو اللہ کہہ دے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اس سے بڑی خوشخبری کیا ہو گی؟

ملکوں کی ظاہری ترقی اور عروج وزوال ہوتے رہتے ہیں۔ اصل کامیابی تب ہے جب اللہ عطا کرے۔

پھر کامیابی کیسے ملے گی کہ نماز قائم کریں۔ نماز کارواج قائم کرنا۔ نماز کے وقت میں ٹائم آف یعنی چھٹی دینا۔ کسی بھی اسلامی ملک کی گورنمنٹ کی ذمّہ داری ہونی چاہیئے۔ ہم اپنے گھروں میں نقیب ہیں۔ اپنے گھروالوں کا خیال رکھیں۔ بچوں کو بھی نماز پر لگائیں۔ آج سعودی عرب میں یہ قانون کچھ حد تک نظر آتا ہے۔

زکوٰۃ ادا کریں۔ حکومت کی ذمّہ داری ہے کہ زکوٰۃ اکٹھی کرے اور ضرورت مندوں کو دے۔ جیسے آج مغربی مملک میں ٹیکس لے کر غریبوں اور ضرورت مندوں کو بینیفٹ دیئے جاتے ہیں۔ ٹیکس اور زکوٰۃ میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ بچت پر ہے، یعنی جتنے پیسے خرچ کے بعد بچ جائیں اور ایک سال

آپ کے پاس پڑے رہیں۔ اُس پر زکوٰۃ ادا کریں۔ مغربی ملک آمدنی پر ٹیکس لیتے ہیں جو سراسر کمانے والوں پر ظلم ہے۔

(سورہ مائدہ کی آیت 12 تورات میں بھی تھی)

پھر اگلی شرط رسولوں پر ایمان لانا۔ بنی اسرائیل کی طرف بہت پیغمبر اور رسول بھیجے گئے۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے درمیان 13 سو سال گزرے تھے۔ اور اس عرصے کے دوران تقریباً ایک ہزار نبی آئے۔ عیسیٰؑ کے بعد اللہ کے نبیﷺ کے درمیان 6 سو سال تھے۔ ہر نبیؑ یہ کہتے تھے کہ میرے بعد آنے والے نبیؑ پر ایمان لائیں۔ سارے رسولوں پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ کے آخری نبیﷺ پر ضرور ایمان لانا۔

آج کے یہودی اور عیسائی اگر اصل تورات اور انجیل پر عمل کریں تو انہیں سب انبیاء کرامؑ پر ایمان لانا ہو گا۔

پھر اگلی بات ہے اِن نبیوںؑ اور رسولوںؑ کی مدد کرنا ہو گی۔ وَعَزَّرْتُمُوهُمْ یعنی ع ز ر: مدد کرنا اس کے معنی ہیں اس طرح مدد کرنا کہ اُن کی عزّت و احترام بھی کرنا ہو گا۔ یعنی رحم اور ہمدردی کی وجہ سے مدد نہ ہو۔

یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں لکھا تھا کہ آنے والے آخری نبیﷺ کی مدد کرنا۔ اور اِس مدد کے لئے مال کی بھی ضرورت ہو گی تو زکوٰۃ ادا کرنا۔ یعنی قرضِ حسنہ دو گے۔

اللہ کے لئے یہ سب کریں۔ اللہ سے رجوع کریں۔ کسی پر کوئی احسان نہ جتلائیں۔ آج نبیؐ تو نہیں ہیں۔ ہم قرآن اور حدیثؐ پر عمل کریں اور پھر دین کے کام کرنے والوں کی مدد کریں۔ کیا ہمیں نعتیں پڑھ کر جھومنا چاہیئے۔ میلاد منائیں؟ یا دین کے کام کو اپنا کام سمجھ کر محنت میں لگ جائیں۔

ہم باتیں تو خوب کرتے ہیں لیکن دین پر عمل کم کرتے ہیں۔ اگر ہم خلوصِ نیّت سے دین کے کام کے لئے لگ جائیں۔ اس کا بدلہ اللہ سے ملے گا۔ ہو سکتا ہے دنیاوی لحاظ سے زیادہ اچھے نتائج نہ نکلیں لیکن اللہ نے ہماری کوشش دیکھنی ہے۔

ابراہیمؑ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ایک چڑیا آگ بجھانے کے لئے اپنی چونچ میں پانی لائی۔ ہم میں سے ہر کوئی اپنی حیثیت اور صلاحیت و قابلیت دیکھے۔ میں دین کے لئے کیا کر سکتی ہوں؟ بھرپوری کوشش کر کے دین کی خدمت کریں۔ روزِ قیامت اَصل سوال تو یہی ہو گا کہ کیا کر سکتے تھے لیکن نہیں کیا۔ جب یہ بات سمجھ آجاتی ہے تو لوگ اپنی ذات پر لگانے سے پہلے دین کی خدمت میں لگا دیتے ہیں۔

یہ وہی بات تھی جو ابو بکرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کو سمجھ آگئی تھی۔ جب اللہ کے وعدوں پر یقین آجاتا ہے تو انسان خلوصِ دِل سے اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ اللہ دُنیا اور آخرت میں کامیابیاں عطا کرے گا۔

A. تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے دور رکھوں گا

B. اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں

جب بندہ اللہ کے کاموں میں لگ جاتا تو اللہ اُس کے ذاتی کام سنوار دیتا ہے۔ جو بڑے کام کرنے لگتا ہے تو اللہ کی طرف سے اُس کے چھوٹے کام خود ہی ہونے لگتے ہیں۔ اللہ ایسے معاف کرے گا کہ جیسے وہ گناہ کیے ہی نہیں تھے۔

مثال کہ جیسے کوئی کہے کہ میں فلاں بڑی کمپنی میں نوکری کرتا ہوں۔ اللہ کا ساتھ کتنا بڑا اور اعلیٰ ہے؟ اللہ جو کچھ عطا کرے گا اُس کی تو کوئی مثال ہی نہیں ہے۔

جب کوئی معاہدہ ہوتا ہے تو دو یا اس سے زیادہ لوگوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے پورے کرنے بھی لازمی ہیں اور بندوں سے کیے گئے وعدے پورے کرنے بھی لازمی ہیں۔
جیسے اگر دو لوگ رسی پکڑ کر کھڑے ہیں ایک بندہ چھوڑ دے تو دوسرے کے پکڑے رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

اب اگر کوئی اللہ سے کیا ہوا وعدہ توڑے گا تو دو قسم کا عذاب ملے گا۔ پہلا یہ کہ اُن پر لعنت بھیج دی۔ رحمت سے دُور کر دیا۔ آسمانی آفت یعنی سیلاب یا طوفان آجائے گا۔ دوسرا ہے باطنی عذاب۔ یہ کئی لوگوں کو سمجھ ہی نہیں آتا۔ پھر انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اُن کو ہدایت نہیں ملتی۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴿13﴾

پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت نازل فرمادی اور ان کے دل سخت کر دیئے کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے، ان کی ایک نہ ایک خیانت پر تجھے اطلاع ملتی ہی رہے گی ہاں تھوڑے سے ایسے نہیں بھی ہیں پس تو انہیں معاف کرتا جا اور درگزر کرتا رہ، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(13)

اللہ نے ان کو ذلیل کر دیا۔ ان پر بخت نصر نے حملہ کیا۔ ٹیٹس نے حملہ کیا۔ یہ دربدر ٹھوکریں کھانے لگے۔ اور آگے ذکر ہے کہ اُن کے دِل سخت کر دیئے گئے۔ یہ ہے وہ باطنی سزا اور عذاب۔ یہ لوگوں پر ظلم کر کے خوش ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے کلام میں تبدیلیاں کرتے ہیں۔

ہم مسلمان کیا کرتے ہیں؟ اپنا جائزہ لیں اور پھر اپنے ارد گرد لوگوں کو دیکھیں۔

یارَب دِلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے۔

ہمیں تو اللہ سے کیا ہؤا وعدہ ہی یاد نہیں۔ صرف میک اَپ خراب نہ ہو جائے اس لئے بعض اوقات خواتین نماز چھوڑ دیتی ہیں۔ آپ اُمتِ مسلمہ کی فکر کریں۔ لوگوں کی ہدایت کی فکر کریں۔ ہم نے صرف نماز اور روزے کو ہی پورا دین سمجھ لیا ہے۔

اللہ کو ہماری ضرورت نہیں ہے۔ اللہ نے ابابیل بھیج کر اپنے گھر کی حفاظت کر لی تھی۔ اُس نے مچھر بھیج کر نمرود کو سزا دی تھی۔

اگر اللہ چاہے تو فرشتوں کی فوج بھیج کر 15 منٹ کے اندر پوری دنیا کو راہِ راست پر لا سکتا ہے۔ وہ کُنْ کہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اللہ نے ہمیں موقع دیا ہے۔ اللہ ہمارے درجات بلند کرنا چاہتا ہے۔

ہم سب کو بے نیاز ہو کر اللہ کے دین کے کاموں میں لگ جانا چاہیئے۔ آپ کو تڑپ لگ جانی چاہیئے۔ آپ کے دِل میں درد ہونا چاہیئے۔ آپ لوگوں کی خیر خواہی کریں۔ اللہ کے نبیؐ فرماتے تھے کہ لوگو جو میں دیکھتا ہوں اگر تمہیں پتا چل جائے تم جنگلوں میں نکل جاؤ۔ ہنسو نہیں بلکہ روؤ۔ بیویوں کے ساتھ سونا چھوڑ دو۔ اگر ہمارا کچھ گُم ہو جائے تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گھر والے راہ بھول بیٹھے ہیں۔ ہماری اُمت کہاں جا رہی ہے اور ہم بے فکر بیٹھے ہیں۔

محمد بن قاسمؒ 16 سال کا طالب علم تھا۔ کچھ عورتوں نے طعنہ دیا کہ ہم غیر مسلموں کے بچوں کو جنم دے رہی ہے۔ وہ چھوٹا سا گروہ لے کر راجہ داہر سے مقابلے کرنے نکل گیا۔ ہمارے نوجوانوں کو تو اپنی شکل کی فکر ہے یا کپڑوں کی یا نئی موبائل فون یا نئی گاڑی کی۔ ہماری نوجوان نسل کیا کر رہی ہے؟

ہم دین کے کام کیسے کریں؟

تعلیم، دین، اسلام کے کام۔ قرآن سے جڑ جائیں۔ عمل سنوار لیں۔ دین کو پھیلائیں۔ اللہ کے دین کے کاموں میں لگ جائیں۔

دل کی گہرائی سے دعا کریں کہ یا اللہ ہمارے دِل نرم کر دے۔ ہمیں حکمت عطا فرما دے۔

"۔۔۔ اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے، ۔۔۔" اللہ کے احکام کو بھول جاتے ہیں۔

اللہ کے نبیؐ سے فرمایا جارہا ہے کہ یہود اُن پر باتیں کرتے رہتے تھے۔ ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ یہ اسلام کے خلاف کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے۔ آپؐ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپؐ اِن کو معاف کر دیں اور اپنے کام کرتے رہیں۔

ہمارے لئے یہی سبق ہے کہ لوگ باتیں کرتے رہیں گے ہم اپنے دین کے کام کرتے رہیں۔

امانت کے خلاف لفظ خیانت۔ یہ یہود وعدے توڑتے رہتے ہیں۔ اِن کو چھوڑو بلکہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو، اِن میں کچھ اچھے لوگ بھی ہیں۔ مثال عبد اللہ بن سلامؓ

آگے نصاریٰ کا تذکرہ ہے۔ اللہ نے اِن سے بھی وعدہ لیا تھا۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴿14﴾

اور جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا، انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کی آپس میں بغض وعداوت ڈال دی جو تا قیامت رہے گی اور جو کچھ یہ کرتے تھے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں سب بتادے گا۔(14)

یہود کے بعد نصاریٰ بھی اللہ سے کیے ہوئے وعدے بھول گئے۔ اپنے نبیوںؑ کی نصیحت بھول گئے۔

آج ہم نے کیا کیا؟

جب کوئی قوم اللہ کے نصیحتوں اور احکام کو بھول جاتی ہے تو وہ راستے سے بھٹک جاتی ہے۔ اللہ اُن کو یہ سزا دیتا ہے کہ اُن کے دلوں میں بغض، دشمنی اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہود و نصاریٰ کٹر دُشمن ہیں۔ ان کے دِلوں میں ایک دوسرے کے لئے نفرت اور دشمنی ہے۔ قرآن پاک میں بھی آتا ہے کہ

تم ان کو ایک سمجھتے ہو اِن کے دِل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں۔ تاریخ میں اِن کی لڑائیوں کی تفصیل ہے۔

اور یہ

قیامت تک ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے۔

ہمارے لئے یہی سبق ہے کہ اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو یاد رکھیں۔ ورنہ پھر ہمارا بھی یہی حال ہو گا۔

اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن کا حق ادا کرنے والا بنا دے۔ آمین۔ آپ اپنا محاسبہ کریں۔